جدید مسائل کے شرعی احکام

ہماری شب و روز کی زندگی کے وہ اہم مسائل جو ہمیں اکثر و بیشتر پیش آتے رہتے ہیں۔ ان کے نہ جاننے کی صورت میں گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے ہر شخص کا ان سے واقف ہونا ضروری ہے

از افادات : مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ
ترتیب : مولانا محمد اقبال قریشی ہارون آباد



ناشر
الحسین پبلشرز بیرون تبلیغی مرکز رائے ونڈ ضلع لاہور

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم مہتمم دار العلوم کراچی

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

احقر نے برادر محترم جناب محمد اقبال قریشی صاحب کا رسالہ "جدید مسائل کے شرعی احکام" اول سے آخر تک بغور مطالعہ کیا، دورِ حاضر کے جدید مسائل کے متعلق شرعی احکام جو والد ماجدؒ نے اپنی بہت سی تصانیف میں متفرق مقامات پر تحریر فرمائے تھے قریشی صاحب نے ان میں سے ضروری مسائل کو منتخب کر کے نہایت احتیاط جانفشانی اور خوش اسلوبی کے ساتھ اس رسالہ میں جمع کر دیا ہے۔

اس کام میں یہ ضروری احتیاط دیکھ کر بہت مسرت ہوئی کہ سب مسائل والد ماجدؒ ہی کے الفاظ میں بعینہٖ نقل کئے ہیں جہاں کسی توضیح و تشریح کی ضرورت دیکھی اسے قوسین یا حاشیہ پر ممتاز کر کے تحریر کیا ہے احقر نے اس رسالے کے متعدد مسائل کی عبارتیں والد ماجد کی تصانیف سے نکال کر دیکھیں تو کسی لفظ میں ادنیٰ ردّو بدل بھی نہیں ملا یہ اس رسالہ کی ایسی خوبی ہے جس نے اس کے اعتماد اور افادیت میں بھرپور اضافہ کیا ہے۔

مؤلف محترم نے یہ رسالہ ترتیب دے کر کم فرصت قارئین پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان مسائل کے لیے اب بہت سی تصانیف کی ورق گردانی کی بجائے یہ مختصر رسالہ انشاء اللہ کافی ہوجائے گا یہ مسائل جو درحقیقت اقتباسات ہیں والد ماجدؒ کی جن کتابوں سے یہ لیے گئے ہیں ان کے حوالے بھی ساتھ درج ہیں تاکہ جن حضرات کو زیادہ تفصیل اور دلائل مطلوب ہوں وہ اصل کتابوں کی طرف مراجعت کر سکیں۔

اللہ تعالےٰ اس رسالے کو نافع اور مقبول بنائے اور مؤلف محترم کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

بندہ محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

خادم دار العلوم کراچی ۱۴۰۱ھ

تعارف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَوْلِیَآءِہٖ اَجْمَعِیْنَ ہ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا ۔ اَمَّا بَعْدُ

حق سبحانہ وتعالےٰ نے مفتی اعظم پاکستان حضرت اقدس سیدی ومرشدی مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نور اللہ مرقدہ کو فقہ میں مہارت تامہ اور خاص مناسبت عطا فرمائی تھی کہ جس مقام اور جگہ پر تشریف فرما ہوتے وہی دارالافتاء بن جاتا ۔ ع

جس بزم میں گئے اسے میخانہ کر دیا

پھر تا زیست دیگر شعبہ ہائے دین میں بالعموم اور فقہ میں بالخصوص اپنی خدمات جلیلہ سرانجام دیں پھر امت مسلمہ کی رہنمائی کے لیے اپنی تصانیف کثیرہ میں وقتی ضروریات کے بارے میں احکام شرعی کی تحقیق وتفصیل بیان فرمائیں جن کا اللہ تعالےٰ نے انہیں خاص ذوق اور ملکہ عطا فرمایا تھا ۔

ے ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

بلکہ نئے پیش آمدہ فقہی مسائل کی تحقیقات کے لیے کراچی کے ماہرین اہلِ فتاویٰ کی مجلس مشاورت بھی قائم فرمائی تھی ۔ جس کے بعد دورِ حاضر کے پیش آمدہ

مسائل پر مشتمل متعدد رسائل تحریر فرماتے۔

احقر نے ان سب رسائل اور حضرت قدس سرہ کی دیگر تصانیف سے دورِ حاضر کی ضروریات کے مسائل حضرت مفتی اعظم قدس سرہ ہی کی عبارت میں یکجا جمع کر دیتے ہیں اور اس کا ثواب بھی حضرت قدس سرہ کے لیے وقف کر دیا ہے۔ ؎

انہیں کی نظر کروں تحفۃ یہ گلدستہ یہ ہیں نے جن کے گلستان سے کی ہے گل چینی

حق تعالیٰ شانہ، حضرت مفتی صاحب کے طفیل اسے قبول فرمائیں اور اسے مقبول عام فرمائیں۔ اس طرح الحمد للہ عوام کو متعدد دورِ حاضر کے مسائل اس رسالہ میں مل جائیں گے حضرات محققین اصل رسالہ میں دلائل ملاحظہ فرما سکتے ہیں گویا کم فرصت احباب کے لیے یہ ایک گراں قدر تحفہ ہے جو صاحب اس سے نفع اٹھائیں وہ اس خاکسار کے لیے بھی خصوصی دعا فرمائیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ اسے مرضیات پر چلنے اور نامرضیات سے بچنے کی توفیق بخشے۔ آمین

اور زندگی کی بقیہ ساعات کو توفیق ندامت سے غفلت کی تلافی فرمائیں۔ آمین

فقط آپ کی دعاؤں کا از حد محتاج

بندہ محمد اقبال قریشی غفرلہ

ریل میں سفر کرنے کے احکام

مسئلہ ریل میں بلا عذر بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں کیونکہ قیام فرض ہے۔ بلا عذر شرعی کے بیٹھ کر پڑھنے سے نماز فرض ادا نہ ہوگی۔

(شرح منیہ و امداد الفتاوی ج ۱ ص۳۵۱)

البتہ اگر کوئی شخص کسی مرض یا کمزوری کے سبب ریل کی حرکت میں کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا اسے گر جانے کا خطرہ ہے اس کے لیے بیٹھ کر نماز جائز ہے جیسے زمین پر نماز پڑھنے کا حکم ہے کہ جو قیام پر قدرت نہیں رکھتا بیٹھ کر پڑھے لیکن تجربہ شاہد ہے کہ عام حالات میں عام لوگ چلتی ہوئی ریل میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتے ہیں مگر بہت سے لوگ ناواقفیت سے بلا وجہ بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں ان کی نماز ادا نہیں ہوتی اعادہ واجب ہے۔

مسئلہ اگر کھڑے ہونے پر قدرت تو ہے مگر ریل میں اتنی جگہ نہیں کہ کھڑے ہو کر نماز ادا کر سکے تو مناسب یہ ہے کہ اس وقت تو بیٹھ کر نماز ادا کر لے مگر بعد میں اس کو قضا کرنا پڑے گا کیونکہ تنگی کی وجہ سے فرض قیام ساقط نہیں ہوتا۔

(بحر الرائق)

مسئلہ عام حالات کی طرح ریل میں بھی استقبال کعبہ (قبلہ کی طرف منہ کرنا) ضروری ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔

مسئلہ اگر درمیان نماز کے ریل کا رُخ بدل جانے کا علم ہو جائے تو نمازی

لہ ماخوذ رفیق سفر ص۲۰، ص۲۱

کر چاہیئے کہ اسی حالت میں اپنا رُخ قبلہ کی طرف پھیر لے۔

مسئلہ ریل والوں کی طرف سے جس قدر اسباب بلا محصول لے جانے کی اجازت ہے اس سے زیادہ لے جانا جائز نہیں۔

مسئلہ رشوت دے کر سامان کا وزن کم لکھوانا جائز نہیں اس صورت سے آپ سے دو گناہ ہوتے ایک رشوت دینے کا دوسرا بلا محصول اسباب لے جانے کا۔

مسئلہ اگر کبھی اتفاق سے بلا ٹکٹ سوار ہو گئے یا کسی ضرورت سے بلا محصول قاعدہ سے زیادہ اسباب لے گئے اور اب شرمندگی ہوتی ہے اور ریل والوں کا حق ادا کرنے کو جی چاہتا ہے تو آسان ترکیب یہ ہے آپ نے ریل والوں کا جس قدر نقصان کیا ہے اسی قیمت کا ٹکٹ لے کر چاک کر ڈالو، اس سے نفع نہ اٹھاؤ۔ دیکھیئے ریل والوں کے پاس ان کا حق پہنچ گیا۔

مسئلہ قلی اور مزدور کے ساتھ اجرت طے کر کے اسباب رکھنا چاہیئے ورنہ اس مقام کی معروف مزدوری دینا چاہیئے۔

بحری سفر[1] کے احکام

مسئلہ خشکی میں تین دن کا سفر شرعی اعتبار سے اڑتالیس میل کا سفر سمجھا جاتا ہے لیکن دریا اور پہاڑ کے سفر میں یہ مسافت معتبر نہیں بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ متوسط درجہ کی کشتی تین دن میں کتنی مسافت طے کرتی ہے وہ ہی مسافت قصر ہو گی۔ اگرچہ بڑا دخانی جہاز اس کو ایک ہی گھنٹے میں طے کر لے۔ اسی طرح پہاڑ کی

---

[1] ماخوذ رفیق سفر ص۱۷ ، ص۱۸

چڑھائی میں متوسط طاقت والا آدمی تین دن میں جتنی مسافت طے کر سکتا ہے وہ ہی مسافت شرعی ہوگی اور نماز کا قصر اس پر لازم ہوگا اگرچہ ہوائی جہاز یا کوئی دوسری سواری میں وہ ایک گھنٹہ میں طے ہو سکے۔

مسئلہ دریا کے سفر میں کشتی یا جہاز پر امام اعظم کے نزدیک بغیر عذر کے بھی نماز فرض بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت ہے لیکن کھڑے ہو کر پڑھنا سب کے نزدیک افضل ہے۔ (شرح منیہ صفحہ ۲۷)

مسئلہ کشتی یا جہاز لنگر ڈالے ہوتے کھڑا ہے تو اس میں بلا عذر کے بیٹھ کر نماز جائز نہیں۔

مسئلہ کشتی اور جہاز میں بھی استقبال قبلہ شرط ہے قبلہ کی شناخت دریا میں چاند سورج اور دوسرے ستاروں سے بھی ہو سکتی ہے اور قطب نما سے بھی۔

مسئلہ جس شخص کو جہاز یا کشتی میں متلی اور چکر آتے ہوں کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے پر بھی قدرت نہ رہے وہ لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھ سکتا ہے۔

ہوائی جہاز کے احکام[1]

مسئلہ جب تک ہوائی جہاز زمین پر کھڑا ہے یا زمین پر چل رہا ہے اس وقت تک تو وہ ریل کے حکم میں ہے اس پر نماز باتفاق جائز ہے۔ لیکن جب وہ پرواز کر رہا ہو تو اس حالت میں بھی عذر کی وجہ سے نماز جائز ہے۔ اس لیے اگر یہ اندیشہ ہو کہ جہاز کے منزل پر پہنچنے تک نماز کا وقت ختم ہو جائے گا تو نماز ہوائی جہاز میں جائز

---

[1] ماخوذ رفیق سفر صفحہ ۴۷، صفحہ ۴۸

ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۱ صفحہ ۳۶۵ تا صفحہ ۳۶۸)

مسئلہ اگر کھڑے ہو کر ہوائی جہاز میں نماز پڑھ سکتا ہے تو کھڑے ہو کر ادا کرے ورنہ بیٹھ کر پڑھے۔

مسئلہ ہوائی جہاز میں اکثر تو وضو کے لیے پانی مل جاتا ہے اور اگر پانی نہ ملے تو تیمم جائز ہے بشرطیکہ منزل پر اترنے تک نماز کا وقت فوت ہو جانے کا خطرہ ہو۔

مسئلہ جس شخص کو ہوائی سفر طویل ہو اور یہ خطرہ ہو کہ بعض اوقات پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کی ضرورت پڑے گی اس کو چاہیئے کہ مٹی کا برتن ساتھ رکھ لے اس پر تیمم ہو سکتا ہے یا کپڑے کا تھیلہ میں مٹی بھر کر ساتھ رکھ لے تھیلہ کے اوپر تیمم ہو جائے گا جب کہ مٹی کی گرد کپڑے کے اوپر تک پہنچی ہوئی ہو۔

مسئلہ ہوائی جہاز میں بھی نماز کے لیے استقبال قبلہ ضروری ہے اگر قبلہ کے رخ کا پتہ نہ چلے اور کوئی بتلانے والا بھی نہ ہو تو اندازہ اور اٹکل سے کام لے کر رخ سیدھا کرے جس طرف اس کا اندازہ قائم ہو جاتے وہ ہی اس کے لیے سمت قبلہ ہے اگر بعد میں بالفرض اندازہ غلط بھی معلوم ہو تو نماز صحیح ہوگئی لوٹانے کی ضرورت نہیں، (واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم)

رویت ہلال کے احکام

مسئلہ ٹیلیگرام اور وائرلیس سے آئی ہوئی خبروں میں چونکہ خبر دینے والے کی شناخت نہیں ہو سکتی اس لیے محض ایسی خبروں سے ہلال ثابت نہ ہوگا۔

مسئلہ عہد رسالت اور خلافت راشدہ اور قرون خیر کے اس تعامل کی بناء پر ہمارے نزدیک کسی طرح مستحسن اور پسندیدہ نہیں کہ ہوائی جہازوں میں اڑ کر چاند دیکھنے کا اہتمام کیا جائے ع ولیکن میفزائے بر مصطفےٰ کیونکہ مانا کہ عہد رسالت میں ہوائی جہاز

نہیں تھے مگر مدینہ میں سلع پہاڑ سامنے کھڑا ہے اس کے اوپر کچھ آبادی ہے جبل احد بھی ساتھ لگا ہوا ہے مکہ معظمہ تو سب پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے صفا اور مروہ کی پہاڑیاں اور جبل ابی قبیس بالکل شہر سے لگے ہوئے ہیں۔ لیکن عہد رسالت پھر خلافت راشدہ اور قرون خیر میں کہیں نظر سے نہیں گزرا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے چاند دیکھنے کا اتنا اہتمام کیا ہو کہ لوگوں کو ان پہاڑوں کے کسی اونچے مقام پر چڑھ کر چاند دیکھنے کے لیے بھیجا ہو۔

مسئلہ جس شہر میں باقاعدہ قاضی یا ہلال کمیٹی نے کسی شہادت پر اطمینان کر کے عید وغیرہ کا اعلان کر دیا ہو اس اعلان کو اگر ریڈیو پر نشر کر دیا جائے تو جس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے اس شہر اور اس کے مضافات اور دیہات کے لوگوں کو اس اعلان پر عید وغیرہ کرنا جائز ہے شرط یہ ہے کہ ریڈیو کو اس کا پابند کیا جائے کہ وہ چاند کے متعلق مختلف خبریں نشر نہ کرے صرف وہ فیصلہ نشر کرے جو اس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے اس کو دیا ہے اور اس کے نشر کرنے میں پوری احتیاط سے کام لے جن الفاظ میں یہ فیصلہ دیا گیا ہے وہ الفاظ بعینہ نشر کیے جائیں جس ریڈیو میں ایسی احتیاط کی پابندی نہ ہو اس کے اعلان پر عید وغیرہ کرنا کسی کے لیے درست نہیں اور جس طرح ایک شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی کا فیصلہ اس شہر اور اس کے مضافات کے لیے واجب العمل ہے اسی طرح اگر کوئی قاضی یا مسلم مجسٹریٹ یا ہلال کمیٹی پورے ضلع یا صوبہ یا پورے ملک کے لیے ہو، تو اس کا فیصلہ اپنے حدود ولایت میں واجب العمل ہوگا۔ اسی لیے جو فیصلہ پاکستان[1] میں صدر مملکت یا ان کے نمائندہ مجاز کی طرف سے ریڈیو

---

[1] جیسا کہ آج کل مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا فیصلہ نشر کیا جاتا ہے کہ اس کمیٹی کو سربراہ مملکت نے پورے ملک کے لیے فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہوا ہے۔ احقر قریشی غفرلہ

پر نشر کیا جائے اور اس میں مذکور الصدر احتیاط سے کام لیا گیا ہو وہ پورے ملک کے لیے نافذ العمل ہو سکتا ہے بشرطیکہ کوئی علاقہ ایسا نہ ہو جہاں اختلاف مطالع کا اعتبار کرنا مذکور تحقیق کے مطابق ضروری ہو۔

مسئلہ رمضان المبارک کے چاند میں چونکہ شہادت یا استفاضۂ خبر دونوں شرط نہیں ہیں ایک ثقہ مسلمان کی خبر بھی کافی ہے اس لیے خط اور آلات جدیدہ (ٹیلیفون، ریڈیو، ٹیلی ویژن) کی خبروں پر اس شرط کے ساتھ عمل کرنا درست ہے کہ خبر دینے والے کا خط یا آواز پہچانی جائے اور وہ بچشم خود چاند دیکھنا بیان کرے اور جس کے سامنے یہ خبر بیان کی جا رہی ہے وہ اس کو پہچانتا ہو اور اس کی شہادت کو قابل عمل سمجھتا ہو۔ (ماخوذ آلات جدیدہ ص۱۲۰، ص۱۲۱)

پراویڈینٹ فنڈ پر زکوٰۃ اور سود کے مسائل

بقلم حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ

مہتمم دار العلوم کراچی

مسئلہ جبری پراویڈنٹ فنڈ میں ملازم کی تنخواہ سے جو رقم ماہ بماہ کاٹی جاتی ہے اور اس پر ہر ماہ جو اضافہ محکمہ اپنی طرف سے کرتا ہے پھر مجموعہ پر جو رقم سالانہ بنام سود جمع کرتا ہے شرعاً ان تینوں رقموں کا حکم ایک ہے اور وہ یہ کہ یہ سب رقمیں درحقیقت تنخواہ ہی کا حصہ ہیں اگرچہ سود یا کسی اور نام سے دی جائیں لہٰذا ملازم کو ان کا لینا اور اپنے استعمال میں لانا جائز ہے ان میں سے کوئی رقم بھی شرعاً سود نہیں البتہ پراویڈنٹ فنڈ میں رقم اگر اپنے اختیار سے کٹوائی جائے تو اس پر جو رقم محکمہ بنام سود دے گا

لہ پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ اور سود کا مسئلہ ص۲۵ تا ص۳۰

اس سے اجتناب کیا جائے کیونکہ اس میں تشبہ بالربٰا بھی ہے اور سود خوری کا ذریعہ بنا لینے کا خطرہ بھی اس سے خواہ وصول ہی نہ کریں یا وصول کرکے صدقہ کر دیں۔

تنبیہہ یاد رہے کہ جو ملازم مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے یہ سمجھتا تھا کہ جبری فنڈ پر محکمہ جو رقم بنام سود دیتا ہے وہ شرعاً بھی سود ہے پھر اس نے سود ہی سمجھتے ہوئے محکمہ سے اس زائد رقم کا معاملہ کیا تو اگرچہ یہ زائد رقم اس کے لیے حلال ہے مگر اس نے جو سود لینے کی نیت کی یہ نیت گناہ ہے ایسے شخص کو چاہیئے کہ اس غلط نیت سے توبہ کرے لے

مسئلہ جو حکم مسئلہ (۱) میں بیان کیا گیا ہے یہ اس وقت ہے جب کہ پراویڈنٹ فنڈ کی رقم ملازم نے اپنی طرف سے کسی شخص یا کمپنی وغیرہ کی تحویل میں نہ دلوائی ہو بلکہ محکمہ نے اپنے تصرف میں رکھی ہو۔ یا اگر کسی شخص یا کمپنی وغیرہ کو دی ہو تو اپنے طور سے اپنی ذمہ داری پر دی ہو اور اگر ملازم نے اپنی ذمہ داری پر یہ رقم کسی شخص یا بنک یا بیمہ کمپنی یا کسی اور مستقل کمیٹی مثلاً ملازمین کے نمائندوں پر مشتمل بورڈ وغیرہ کی تحویل میں دلوادی تو یہ ایسا ہے جیسے خود وصول کرکے اس کی تحویل میں دی ہو۔ اب اگر بنک یا کمپنی وغیرہ اس پر کچھ سود دیں تو یہ شرعاً بھی سود ہوگا جس کا لینا حرام ہے فنڈ خواہ جبری ہو یا اختیاری۔

مسئلہ البتہ ملازم نے اپنے فنڈ کی رقم کسی تجارتی کمپنی یا ملازمین کے نمائندوں

لے یہ حکم پراویڈنٹ فنڈ ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر حلال چیز جو حرام نیت سے استعمال کی جائے اس کا بھی حکم ہے مثلاً کوئی بکرے کا گوشت یہ سمجھ کر کھائے کہ یہ خنزیر کا گوشت ہے تو اگرچہ یہ گوشت حلال ہے مگر اس نے یہ حلال گوشت خنزیر کا گوشت کھانے کی نیت سے کھایا ہے یہ نیت حرام ہے جس سے توبہ کرنا واجب ہے۔

پر مشتمل بورڈ وغیرہ کو اس شرط پر دلوائی ہو کہ وہ اسے اپنی تجارت میں لگائے اور ملازم نفع ونقصان میں شریک ہو یعنی کمپنی کو نقصان ہوا تو ملازم کے حصہ کا نقصان ملازم پر پڑے اور نفع ہوا تو نفع کا اتنا فیصد (جتنا بھی طے ہوا ہو) ملازم کو ملے تو جو نفع اس صورت میں ملازم کو ملے گا وہ سود نہیں خواہ فنڈ جبری ہو یا اختیاری دونوں صورتوں میں اس نفع کا لینا اور اپنے استعمال میں لانا جائز ہے۔

مسئلہ تنخواہ سے جو رقم پراویڈنٹ فنڈ میں کاٹی جاتی ہے اور اس پر ماہ بہ ماہ جو اضافہ محکمہ اپنی طرف سے کرتا ہے پھر مجموعہ پر جو رقم سالانہ (بنام سود یا انٹرسٹ) ملازم کے حساب میں جمع کرتا ہے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر ان میں سے کسی رقم پر سالہائے گذشتہ کی زکوٰۃ واجب نہیں ہاں وصول ہونے کے بعد سے ضابطہ کے مطابق اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی جس کی تفصیل آگے آرہی ہے مگر صاحبین کے نزدیک یہ رقم وصول ہونے کے بعد سالہائے گزشتہ کی زکوٰۃ بھی واجب ہوگی لہٰذا اگر کوئی شخص تقویٰ اور احتیاط پر عمل کرتے ہوئے سالہائے گزشتہ کی بھی زکوٰۃ دیدے تو افضل اور بہتر ہے نہ دے تو کوئی گناہ نہیں کیونکہ فتویٰ امام اعظم کے قول پر ہے فنڈ خواہ جبری ہو یا اختیاری، زکوٰۃ کے مسائل میں دونوں کے احکام یکساں ہیں۔

مسئلہ مذکورہ بالا حکم اس وقت ہے جبکہ ملازم نے اپنے فنڈ کی رقم کسی دوسرے شخص یا کمپنی وغیرہ کی تحویل میں منتقل نہ کرادی ہو، اگر ایسا کیا یعنی اپنے فنڈ کی رقم اپنی طرف سے اپنی ذمہ داری پر کسی شخص یا بینک بیمہ کمپنی، کسی اور مستقل تجارتی کمپنی یا ملازمین کے نمائندوں پر مشتمل بورڈ وغیرہ کی تحویل میں دلوادی تو یہ ایسا ہے جیسے خود اپنے قبضہ میں لے لی ہو کیونکہ اس طرح جس کمپنی وغیرہ کو یہ رقم

منتقل ہوئی وہ اس ملازم کی وکیل ہوگئی اور وکیل کا قبضہ شرعاً موکل کے قبضہ کے حکم میں ہے لہٰذا جب سے یہ رقم اس کمپنی وغیرہ کی طرف منتقل ہوگی اس وقت سے اس پر زکوٰۃ کے احکام جاری ہوجائیں گے اور ہر سال کی زکوٰۃ ضابطہ کے مطابق واجب ہوتی رہے گی۔

مسئلہ اسی طرح اگر ملازم نے اپنے فنڈ کی رقم کسی تجارتی کمپنی کو اس شرط پہ دلوادی کہ وہ اسے تجارت میں لگائے اور ملازم اس کے نفع و نقصان میں شریک ہو تو جس وقت سے یہ رقم کمپنی کو منتقل ہوگی اس پر زکوٰۃ کے احکام جاری ہوجائیں گے اور ہر سال کی زکوٰۃ ملازم پر ضابطہ کے مطابق واجب ہوتی رہے گی اور جب اس پر نفع ملنا شروع ہوگا تو نفع پر بھی زکوٰۃ کے احکام جاری ہوں گے۔

مسئلہ جب یہ رقم ملازم یا اس کے وکیل کو وصول ہوگی تو زکوٰۃ کے مسائل میں امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر اس کا حکم اور ضابطہ وہی ہوگا جو کسی اور نئی آمدنی (مال مستفاد) کا ہوتا ہے اور تفصیل اس ضابطہ کی یہ ہے۔

۱۔ ملازم اگر وصولیابی سے پہلے بھی صاحب نصاب نہیں تھا اور فنڈ کی رقم بھی اتنی کم ملی کہ اسے ملا کر بھی اس کا کل مال مقدار نصاب کو نہیں پہنچتا تو وجوب زکوٰۃ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۲۔ اگر پہلے صاحب نصاب نہیں تھا مگر اس رقم کے ملنے سے صاحب نصاب ہوگیا تو وصولیابی کے وقت سے جب تک پورا ایک قمری سال نہ گزر جائے اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب نہ ہوگی اور سال پورا ہونے پر بھی اس شرط پہ واجب ہوگی کہ اس وقت تک یہ شخص صاحب نصاب رہے لہٰذا اگر سال پورا ہونے سے پہلے مال خرچ کیا چوری وغیرہ ہوکر اتنا کم رہ گیا کہ یہ شخص صاحب نصاب نہ رہا تو زکوٰۃ

واجب نہ ہوگی اور اگر خرچ ہونے کے باوجود سال کے آخر تک مال بقدرِ نصاب نہ رہا تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی اور اگر خرچ ہونے کے باوجود سال کے آخر تک مال بقدر نصاب بچا رہا تو جتنا بچا صرف اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی جو خرچ ہو گیا اس کی واجب نہ ہوگی۔

۲۔ اگر یہ ملازم پہلے سے صاحب نصاب تھا تو فنڈ کی رقم مقدار نصاب سے خواہ کم ملے یا زیادہ، اس کا علیحدہ شمار نہ ہوگا بلکہ جو مال پہلے سے اس کے پاس تھا جب اس کا سال پورا ہوگا فنڈ کی وصول شدہ رقم کی زکوٰۃ بھی اسی وقت واجب ہو جائے گی خواہ اس نئی رقم پر ایک ہی دن گزرا ہو مثلاً ایک شخص کی ملکیت میں دو ہزار روپے سال بھر سے موجود تھے۔ سال پورا ہونے سے ایک دن پہلے اسے پراویڈنٹ فنڈ کے ایک ہزار روپے مل گئے تو اب اگلے روز اسے پورے تین ہزار روپے کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

مسئلہ جو شخص پہلے سے صاحبِ نصاب تھا اور سال پورا ہونے سے مثلاً چار ماہ قبل اسے فنڈ کی رقم مل گئی مگر وصولیابی کے بعد چار ماہ گزرنے نہ پائے تھے کہ کچھ روپے خرچ ہو گئے تو اب باقی ماندہ مال اگر بقدر نصاب ہے تو جتنا باقی ہے اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی اور جو خرچ ہو گیا اس کی واجب نہ ہوگی، اگر باقی ماندہ مال نصاب سے کم ہے تو بالکل واجب نہ ہوگی۔

مسئلہ مسائل زکوٰۃ کی یہ سب تفصیل امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر تھی اور اگر احتیاطاً صاحبان کے قول کے مطابق سالہائے گزشتہ کی زکوٰۃ بھی دے دی تو یہ بہت بہتر اور افضل ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب سے ملازم صاحب نصاب ہوا، اس وقت سے ہر سال کے اختتام پر یہ حساب کر لیا کرے کہ اب اس کے فنڈ میں کتنی رقم جمع ہے جتنی اس وقت ہو اس کی زکوٰۃ ادا کرے

اسی طرح ہر سال کرتا رہے ۔

مسئلہ معلوم ہوا ہے کہ محکمہ ملازم کو اس کے فنڈ میں سے بوقت ضرورت کچھ رقم بنام قرض دے دیتا ہے پھر اس کی اگلی تنخواہوں سے قسط وار اتنی ہی رقم اور کچھ مزید[1] رقم جو بنام سود ہوتی ہے کاٹ کر مجموعہ اسی ملازم کے فنڈ میں جمع کر دیتا ہے اور اختتام ملازمت پر کل رقم اسی کو مل جاتی ہے یہ معاملہ اگرچہ سودی قرض کے نام سے کیا جاتا ہے لیکن شرعی نقطۂ نگاہ سے یہ نہ قرض ہے نہ سودی معاملہ۔ قرض تو اس لیے نہیں کہ ملازم کا جو قرض محکمہ کے ذمہ تھا اور جس کے مطالبہ کا اسے حق تھا اس نے اسی کا ایک حصہ وصول کیا ہے۔

اور بعد کی تنخواہوں سے جو رقم ادا قرض کے نام سے کاٹی جاتی ہے وہ بھی ادا قرض نہیں بلکہ فنڈ میں جو رقم معمول کے مطابق کٹتی ہے اسی طرح کی یہ بھی ایک کٹوتی ہے اور اسی کی طرح یہ بھی ملازم کا محکمہ کے ذمہ قرض ہے کیونکہ یہ کٹوتی بھی اسی کے فنڈ میں جمع ہو کر اختتام ملازمت پر اسی کو مل جاتی ہے۔

اور جو رقم اس کی تنخواہوں سے بنام سود کاٹی جاتی ہے وہ بھی شرعاً سود نہیں اس لیے کہ سود دوسرے کو دیا جاتا ہے اور یہاں یہ رقم ملازم ہی کو واپس مل جاتی ہے لہٰذا ملازم کو مذکور طریقہ سے قرض لینے کی شرعاً گنجائش ہے۔

مسئلہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ ملازم کو اس کے فنڈ میں سے جو رقم بنام قرض دی جاتی ہے شرعاً یہ قرض نہیں بلکہ اس کا جو قرض محکمہ کے ذمہ تھا اسی کے ایک جزو کی وصولیابی ہے اس لیے اس رقم کی وصولیابی کے وقت سے اس پر زکوٰۃ کے احکام ضابطہ کے مطابق جاری ہو جائیں گے۔

---

[1] ایک زائد قسط محکمہ وصول کرتا ہے احقر قریشی غفرلہٗ

مسئلہ اگلی تنخواہوں سے جو رقم محکمہ یہ کہہ کر کاٹتا ہے کہ دیا ہوا قرض ادا اس کا سود وصول کیا جا رہا ہے چونکہ یہ شرعاً نہ ادا قرض ہے نہ سود بلکہ فنڈ کی دیگر کٹوتیوں کی طرح یہ بھی محکمہ کے ذمہ ملازم کا قرض ہے اس لیے سود اور زکوٰۃ کے مسائل میں اس کے بھی سب احکام وہی ہیں جو فنڈ کی دیگر جمع شدہ رقم کے ہیں اور پیچھے تفصیل سے گذر چکے ہیں۔

پارٹیوں اور دعوتوں میں کھانے کے بعد باہمی باتیں کرنے کا مسئلہ

جہاں حالات اور عادت سے یہ معلوم ہو کہ کھانے کے بعد مہمانوں کا دیر تک باہمی باتوں میں مشغول رہنا میزبان کے لیے باعث کلفت نہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہوگا جیسا کہ آج کل پارٹیوں اور دعوتوں میں رواج ہو گیا ہے دلیل اس کی آیت کا اگلہ جملہ ہے جس میں ارشاد ہے۔ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ (الآیۃ)

ٹیلیفون اور اس کے احکام و مسائل

آج کل کی نو ایجاد چیزوں میں سے ٹیلیفون اب اتنا عام ہو گیا ہے کہ شہروں میں تو اس کا خانگی ضروریات میں شمار ہونے لگا ہے مگر اس پر گفتگو کرنے کے شرعی آداب سے غفلت برتی جا رہی ہے اس کے چند آداب یہ ہیں۔

مسئلہ کسی شخص کو ایسے وقت ٹیلی فون پر مخاطب کرنا جو عادت اس کے سونے یا دوسری ضروریات میں یا نماز میں مشغول ہونے کا وقت ہو، بلا ضرورت شدیدہ جائز نہیں کیونکہ اس میں بھی وہی ایذا رسانی ہے جو کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل ہونے اور اس کی آزادی میں خلل ڈالنے سے ہوتی ہے۔

مسئلہ ٹیلی فون پر اگر طویل بات کرنا ہو تو پہلے مخاطب سے دریافت کر لیا جائے کہ آپ کو ذرا سی فرصت ہو تو میں اپنی بات عرض کروں۔

مسئلہ بعض لوگ ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی رہتی ہے اور کوئی پرواہ نہیں کرتے نہ پوچھتے ہیں کہ کون ہے اور کیا کہنا چاہتا ہے یہ اسلامی آداب کے خلاف اور بات کرنے والے کی حق تلفی ہے جیسے حدیث میں آیا ہے ان لزورك حقًا یعنی جو شخص آپ کی ملاقات کو آتے اس کا تم پر حق ہے کہ اس سے بات کرو اور بلا ضرورت ملاقات سے انکار نہ کرو۔ اسی طرح جو آدمی ٹیلی فون پر آپ سے بات کرنا چاہتا ہے اس کا حق ہے کہ آپ اس کو جواب دیں۔ تفسیر معارف القرآن ج ۶ صلـ۳۸

ریلوے اسٹیشن ایروڈرم ہسپتالوں کے دفاتر میں استیذان کا حکم

مسئلہ رفاہ عام کے اداروں میں جس مقام پر اس کے مالکان یا متولیان کی طرف سے داخلہ کے لیے کچھ شرائط اور پابندیاں عائد ہوں اس کی پابندی شرعاً واجب ہے مثلاً ریلوے سٹیشن پر اگر بغیر پلیٹ فارم کے جانے کی اجازت نہیں تو پلیٹ فارم حاصل کرنا ضروری ہے اس کی خلاف ورزی ناجائز ہے ایروڈرم (ہوائی اڈے) کہ جس حصہ میں جانے کی محکمہ کی طرف سے اجازت نہ ہو وہاں بغیر اجازت جانا شرعاً جائز نہیں اسی طرح مساجد، مدارس، خانقاہوں، ہسپتالوں وغیرہ میں جو کمرے وہاں کے منتظمین یا دوسرے لوگوں کی رہائش کے لیے مخصوص ہوں جیسے مدارس اور خانقاہوں کے خاص حجرے یا ریلوے ایروڈرم اور ہسپتالوں کے دفاتر اور مخصوص کمرے جو مریضوں یا دوسرے لوگوں کی رہائش گاہ ہیں وہ بیوت غیر مسکونہ کے حکم میں نہیں بلکہ مسکونہ کے حکم میں ہیں ان میں بغیر اجازت جانا شرعاً ممنوع اور گناہ ہے۔

اخباری معمے آج کل وبا کی طرح قمار کی یہ صورت عام ہوگئی ہے جو حل معمہ کے عنوان سے بہت سے اخباروں اور ماہوار رسالوں کا بڑا کاروبار بنا ہوا ہے۔ معمہ کی مختلف صورتیں لکھ کر اشتہار دیا جاتا ہے کہ جو شخص اس کا کوئی حل

کر کے بھیجے اور اس کے ساتھ اتنی فیس مثلاً ایک روپیہ فیس کا بھیجے تو جن لوگوں کے حل صحیح ہوں گے۔ ان میں سے انعام اس شخص کو دیا جائے گا جس کا نام لاٹری یا قرعہ اندازی کے ذریعہ نکل آئے اس میں بعض لوگ بڑے بڑے انعامات بھی مقرر کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے عام غریب طبقہ کے لوگ بھی یہ سمجھ کر کہ فیس معمولی ہے ایک روپیہ ضائع ہی ہو گیا تو کوئی بڑا نقصان نہیں اور اگر کہیں انعام نکل آیا تو دو لاکھ ہو جائیں گے اس طمع میں قوم کے ہزاروں لاکھوں افراد معمہ کے حل اور اس کے ساتھ ایک ایک روپیہ بھیجتے ہیں۔

یہ کھلا ہوا قمار ہے کیونکہ ایک شخص اپنا فیس کا ایک روپیہ اس موہوم طریق پر ڈالتا ہے کہ یا تو یہ روپیہ بھی ضائع ہو گیا اور یا ہزاروں روپیہ لے کر آیا، اسی کا نام شرع اسلام میں جوا یا قمار ہے۔ بعض رسالوں میں یہ کاروبار کروڑوں کی حد تک پہنچ جاتا ہے اس میں اگر وہ بے ایمانی بھی نہ کریں بلکہ وعدہ کے مطابق انعامات تقسیم کر دیں تب بھی اس کاروبار والوں کو لاکھوں کروڑوں روپے کی رقم بچ جاتی ہے جو لاکھوں غریبوں کے خون پسینہ کی کمائی ہوتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عوام غریب سے غریب تر ہوتے چلے جائیں ان کا خون چوس کر لکھ پتی، کروڑ پتی بن جائیں۔ قمار کے حرام اور ناجائز ہونے کی یہی ایک وجہ کافی ہے کیونکہ اسلام کے اقتصادی نظام میں اصولی طور پر شدت کے ساتھ اس کا انسداد کیا گیا کہ دولت عوام کے ہاتھوں سے سمٹ کر چند افراد کے ہاتھوں میں مقید ہو جائے۔

معمہ بازی کا مروجہ قمار اس وجہ سے اور بھی زیادہ سخت اور ہزاروں گناہوں کا مجموعہ ہو جاتا ہے کہ اس میں اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی خلاف ورزی کے لیے ڈنکے کی چوٹ تمام عوام کو دعوت دی جاتی ہے ہر ایک آدمی جو اس میں حصہ لیتا ہے قرآن کے کھلے ہوئے احکام کی خلاف

ورزی کرکے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے اور اس کاروبار کے چلانے والوں پر ان سب کے گناہوں کا وبال عاید ہوتا ہے اور لوگ جو اس کاروبار کی کسی درجہ میں اعانت کرتے ہیں وہ بھی شریک گناہ ہوتے ہیں اس طرح بیک وقت لاکھوں کروڑوں مسلمان اعلانیہ طور پر اللہ اور رسول کے صریح حکم کے خلاف ایک حرام قطعی کے مرتکب ہو جاتے ہیں اور اس میں ہزاروں لاکھوں دیندار مسلمان بھی مبتلا ہو جاتے ہیں اور پھر اس کا غیر منقطع سلسلہ جاری رہتا ہے اللہ تعالےٰ اس وبال سے سب کو نجات عطا فرمائیں۔ آمین (جواہر الفقہ ج ۲ صفحہ ۳۴۹، صفحہ ۳۵۰)

مختلف مالیت کے بند ڈبوں کی خرید و فروخت

بازاروں اور نمائشوں میں بند ڈبے فروخت کئے جاتے ہیں کسی میں ایک پیسہ کا مال بھی نہیں ہوتا اور کسی میں زیادہ مال ہوتا ہے لوگ اس کو قسمت آزمائی سمجھ کر اختیار کرتے ہیں یہ بھی کھلا ہوا قمار حرام ہے۔ (جواہر الفقہ ج ۲ صفحہ ۳۵۱)

بچوں کے مختلف کھیل

بعض شہروں میں بچے بادام اخروٹ یا کانچ کی گولیوں وغیرہ سے ہار جیت کرتے ہیں یہ بھی قمار میں داخل ہے بعض شہروں میں کنکوے اڑا کر ہار جیت کا کھیل کھیلا جاتا ہے دیہات میں لکڑی کی گیڈیوں یا سرکنڈے کے پوروں سے ہار جیت کھیلی جاتی ہے یہ بھی قمار ہے۔ (جواہر الفقہ ج ۲ صفحہ ۳۵۱)

سٹہ سٹہ کا سارا کاروبار سٹہ ہی ہے۔ بنص قرآن حرام ہے اس کے کاروبار میں کسی قسم کی اعانت بھی حرام ہے۔

پتنگ اور کبوتر بازی

بعض لوگ پتنگ بازی اور کبوتر بازی پر روپیہ کی ہار جیت کھیلتے ہیں یہ کھیل

خود بھی ناجائز ہیں اور ان میں روپیہ پیسہ کی ہار جیت مستقل گناہ اور صریح حرام ہے۔

نمائشوں کے انعامی ٹکٹ

چند سال سے کراچی لاہور وغیرہ میں دیکھنے میں آیا ہے کہ مختلف قسم کی نمائشوں کے اندر داخلہ کا ٹکٹ ہوتا ہے اور نمائش کے منتظمین یہ اعلان کرتے ہیں کہ جو شخص مثلاً دس روپیہ کا ٹکٹ یک مشت خرید لے گا اس ٹکٹ کے ذریعہ عام لوگوں کی طرح نمائش میں بھی داخل ہو سکے گا اور ان ٹکٹوں پر بذریعہ قرعہ اندازی کچھ انعام مقرر ہوتے ہیں جس کا نمبر نکل آتے اس کو وہ انعام بھی ملتا ہے۔ یہ صورت صریح قمار سے تو نکل جاتی ہے کیونکہ ٹکٹ خریدنے والے کو اس ٹکٹ کا معاوضہ بصورت داخلہ نمائش مل جاتا ہے لیکن اب بدنیت پر رہ جاتا ہے جو شخص موہوم انعام کی نیت سے یہ ٹکٹ خریدتا ہے وہ ایک گونہ قمار کا ارتکاب کر رہا ہے اور جس کے پیش نظر صرف نمائش میں جانا ہے اور اتفاقاً انعام کی ہوس پیش نظر نہیں پھر اتفاقاً انعام بھی مل گیا وہ قواعد کی رو سے قمار کے حکم سے نکل گیا۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم۔

(جواہر الفقہ ج ۲ ص۳۵۲)

مشینی ذبیحہ کے احکام

مسئلہ (مشینی ذبیحہ میں) اتنی بات متعین ہے کہ اگر جانور کی عروق[1] ذبح نہیں کاٹی گئیں یا ذبح کرنے والا مسلمان یا کتابی نہیں ہے یا سب کچھ ہے مگر ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا قصداً چھوڑ دیا ہے یا کسی غیر اللہ کا نام اس پر ذکر کیا ہے تو وہ ذبیحہ حلال نہیں۔

کسی مشین میں شرائط مذکورہ کی خلاف ورزی نہ ہو تو اس کا ذبح کیا ہوا جانور

---

[1] یعنی وہ رگیں اور نالیاں جن کا کاٹنا واجب ہے (رفیع)

حلال ہے اور ان میں سے ایک شرط بھی فوت ہو جائے تو ذبیحہ حرام ہو جائے گا۔

اور جب تک صحیح صورتِ حال معلوم نہ ہو اس وقت تک مشینی ذبیحہ کے گوشت سے احتیاط کرنا واجب ہے۔ (جواہر الفقہ ج ۲ ص ۴۲۳)

انتخابات میں ووٹ، ووٹر اور امیدوار کی شرعی حیثیت

انتخابات میں ووٹ کی شرعی حیثیت کم از کم ایک شہادت کی ہے جس کا چھپانا بھی حرام ہے اور اس میں جھوٹ بولنا بھی حرام ہے، اس میں محض ایک سیاسی ہار جیت اور دنیا کا کھیل سمجھنا بڑی بھاری غلطی ہے آپ جس امیدوار کو ووٹ دیتے ہیں شرعاً آپ اس کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص اپنے نظریے اور علم و عمل اور دیانتداری کی رو سے اس کام کا اہل اور دوسرے امیدواروں سے بہتر ہے۔ جس کام کے لیے یہ انتخابات ہو رہے ہیں اس حقیقت کو سامنے رکھیں تو اس سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

۱۔ آپ کے ووٹ اور شہادت کے ذریعہ جو نمائندہ کسی اسمبلی میں پہنچے گا وہ اس سلسلہ میں جتنے اچھے یا برے اقدامات کرے گا ان کی ذمہ داری آپ پر بھی عائد ہوگی آپ بھی اس کے عذاب یا ثواب میں شریک ہوں گے

۲۔ اس معاملہ میں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے کہ شخصی معاملات میں کوئی غلطی بھی ہو جائے تو اس کا اثر بھی شخصی اور محدود ہوتا ہے ثواب و عذاب بھی محدود و قومی اور ملکی معاملات سے پوری قوم متاثر ہوتی ہے اس کا ادنیٰ نقصان بھی بعض اوقات پوری قوم کی تباہی کا سبب بن جاتا ہے اس لیے ثواب و عذاب بھی بہت بڑا ہے۔

۳۔ سچی شہادت کا چھپانا از روئے قرآن حرام ہے۔ اس لیے آپ کے حلقہ انتخاب

میں اگر کوئی صحیح نظریہ کا حامل ، دیانت دار نمائندہ کھڑا ہے تو اس کو ووٹ دینے میں کوتاہی کرنا گناہ کبیرہ ہے ۔

۴ ۔ جو امیدوار اسلامی نظام کے خلاف کوئی عقیدہ رکھتا ہے اس کو ووٹ دینا ایک جھوٹی شہادت ہے جو گناہ کبیرہ ہے ۔

۵ ۔ ووٹ کو پیسوں کے معاوضہ میں دینا بدترین قسم کی رشوت ہے اور چند ٹکوں کی خاطر اسلام اور ملک سے بغاوت ہے دوسروں کی دنیا سنوارنے کے لیے اپنا دین قربان کر دینا کتنے ہی مال و دولت کے بدلے میں ہو ، کوئی دانشمندی نہیں ہو سکتی ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ شخص سب سے زیادہ خسارے میں ہے جو دوسروں کی دنیا کے لیے اپنا دین کھو بیٹھے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۔ (جواہر الفقہ ج ۲ ص ۳۰۰ ، ص ۳۰۱)

نصاب زکوٰۃ مسئلہ اگر کسی کی ملکیت میں ساڑھے باون تولہ چاندی ہے یا ساڑھے سات تولہ سونا ہے یا اس میں سے کسی ایک کی قیمت کے برابر روپیہ یا نوٹ ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے نقد روپیہ بھی سونے چاندی کے حکم میں ہے (شامی) اور سامان تجارت اگر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہے تو اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہے ۔

مسئلہ کارخانے اور مل وغیرہ کی مشینوں پر زکوٰۃ فرض نہیں لیکن اس میں جو مال تیار ہوتا ہے اس پر زکوٰۃ فرض ہے اسی طرح جو خام مال کارخانہ میں سامان تیار کرنے کے لیے رکھا ہے اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہے ۔ (درمختار و شامی)

(جواہر الفقہ ج ۱ ص ۳۸۴ ، ص ۳۸۵)

روزہ میں انجکشن لگوانے کا حکم

مسئلہ کسی قسم کے انجکشن یا ٹیکہ لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور نہ ہی مکروہ ہوتا ہے۔ (جواہر الفقہ ج ۱ صفحہ ۳۷۹)

اس مسئلہ کے عقلی و نقلی دلائل ملاحظہ فرمانے کا شوق ہو تو امداد المفتین ج ۲ صفحہ ۴۸۸ تا صفحہ ۴۹۴ کا مطالعہ فرمائیے۔

اسپرٹ کے احکام

مسئلہ اسپرٹ شراب ہی کے حکم میں ہے اور نجس ہے[لہ] (قال الشامی فی کتاب الطهارة وما يستقط من در الخمر فنجس حرام)

لیکن بضرورت چولہے میں جلانے کی، فقہا متاخرین نے اجازت دی ہے۔ (امداد المفتین ج ۲ صفحہ ۹۷۲)

ڈاکٹر اور حکیم کی فیس

مسئلہ حکیم اور ڈاکٹر کی اجرت جاننے اور تشخیص مرض اور تجویز نسخے کی ہے اس میں کسی کی کراہت نہیں ہے بلا شبہ جائز ہے بشرطیکہ حکیم حکیم ہو (یعنی کسی حاذق طبیب نے اس کو علاج کرنے کی اجازت دی ہو ورنہ معالجہ کرنا جائز نہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم (امداد المفتین ج ۲ صفحہ ۹۷۶)

مسئلہ گیند کے کھیل خواہ کرکٹ وغیرہ ہوں یا دوسرے دیسی کھیل فی نفسہ جائز ہیں کیونکہ ان سے تفریح طبع و ورزش و تقویت ہوتی ہے جو دنیوی اہم فائدہ بھی ہے لیکن شرط یہی ہے کہ یہ کھیل اس طرح پر ہوں کہ ان میں کوئی امر

لہ یہ حکم اس اسپرٹ کا ہے جو انگور یا کھجور سے بنائی گئی اور جو اسپرٹ کسی اور چیز سے بنائی گئی ہو اسکے احکام میں تفصیل ہے جو علمائے کرام سے دریافت کی جا سکتی ہے (رفیع)

خلاف شرع اور تشبیہ کفار نہ ہو، نہ لباس اور طرز وضع میں انگریزیت ہو اور نہ گھٹنے کھلے ہوتے ہوں نہ اپنے اور نہ دوسروں کے اور نہ اس طرح اشتغال ہو کہ کہ ضروریات اسلام نماز وغیرہ میں خلل آتے اگر کوئی شخص ان شرائط کے ساتھ کرکٹ ٹینس وغیرہ کھیل سکتا ہے تو اس کے لیے جائز ہے ورنہ نہیں آج کل چونکہ عموماً یہ شرائط موجودہ کھیلوں میں نہیں اس لیے ناجائز کہا جاتا ہے (امداد المفتین ج ۲ صـ۲۰۰)

میڈیکل سارٹیفکیٹ، کنٹرول اور راشن سکول سارٹیفکیٹ اور شہادت کاذبہ

اس زمانہ میں جھوٹ اور جھوٹی شہادت ایسی وباء عام کی طرح پھیل گئی ہے کہ عوام تو عوام، خواص کو بھی اس سے بچنا مشکل ہو گیا ہے بہت سے تو مستقل پیشے اور کارخانے ایسے ہیں جن کی بنیاد ہی جھوٹ اور جھوٹی شہادتوں پر ہے اس کے علاوہ بہت سے کام ایسے ہیں جن کو عموماً لوگ شہادت اور گواہی نہیں سمجھتے اس لیے بے دھڑک ان میں مبتلا ہوتے ہیں مثلاً ڈاکٹری سارٹیفکیٹ بیماری وغیرہ کا یہ ایک شہادت ہے اس میں کسی کو خلاف واقعہ لکھنا جھوٹی شہادت ہے۔

مدارس، سکولوں، کالجوں کے پرچوں پر نمبر لگانا ایک شہادت ہے اس میں کسی کو اندازے سے گھٹانا یا بڑھانا جھوٹی شہادت ہے۔ مدارس اور کالجوں کی سند و سارٹیفکیٹ میں جو الفاظ کسی طالب علم کے متعلق لکھے جاتے ہیں اگر وہ واقعہ کے خلاف ہیں تو یہ ایک جھوٹی شہادت ہے جس پر دستخط کرنے میں علماء و صلحاء تک مبتلا ہیں۔

آج کل کنٹرول اور راشن کے معاملات میں جن مجسٹریٹوں یا اہل محلہ کی سفارش پر عمل کیا جاتا ہے۔ وہ ایک شہادت ہے اس میں خلاف واقعہ لکھنا جھوٹی گواہی

ہے میونسپل بورڈ کے ممبروں کے پاس جو جانور ذبح کے لیے صحت وغیرہ کی تصدیق کے لیے لاتے جاتے ہیں ان میں مرے گرے بیمار جانوروں کو پاس کرنا بھی جھوٹی شہادت ہے۔

ان رسیدوں، بیع ناموں پر دستخط کرنا جن کا معاملہ دستخط کرنے والوں کے سامنے نہیں ہوا یہ بھی جھوٹی شہادت ہے اسی طرح رات دن کے کاروبار میں ہزاروں مثالیں ہیں جو شہادت کاذبہ میں داخل اور گناہ کبیرہ اور وعید شدید کی مورد ہیں مگر ہم ہیں کہ شیر مادر کی طرح سب کو حلال جان کر بے فکری سے ان میں مبتلا ہیں۔ (گناہ بے لذت ص۳۸، ص۳۹)

انشورنس یا بیمہ کے احکام

مسئلہ بیمہ کے کاروبار کو امداد باہمی کا نام دے کر جائز قرار دینے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن اس کی مروجہ صورتیں جتنی ہماری نظر سے گزری ہیں سود اور قمار سے خالی نہیں اس لیے وہ سب حرام ہیں اختیاری حالات میں اس میں مبتلا ہونا گناہ عظیم ہے اس مسئلہ کی تفصیل علیحدہ رسالہ بیمۂ زندگی میں لکھی گئی ہے اس میں ملاحظہ فرمائیں۔ (احکام القمار ص۲۵)

مسئلہ البتہ بیمہ کی ایک اور چوتھی قسم کاغذات، سندات اور نوٹوں کا بیمہ ہے۔ شامی طبع استنبول ج ۴ ص۳۴۵

ان المودع اذا الاجرۃ علی الودیعتہ یضمنہا اذا ھلکت

یعنی جس شخص کو کوئی سامان بغرض حفاظت دیا جائے اگر وہ اس کی حفاظت کا معاوضہ لیتا ہے تو ضائع ہو جانے کی صورت میں اس پر ضمان واجب ہوگا۔ ظاہر ہے کہ محکمہ ڈاک وغیرہ جو سندات کاغذات وغیرہ سر بمہر کر کے حفاظت کے وعدہ پر

لیتا ہے اور اس حفاظت کی فیس بھی لیتا ہے تو ضائع ہوجانے کی صورت میں مذکورہ روایت کی بناء پر ضائع شدہ کاغذات کا ضمان اس پر لازم آئے گا۔

(بیمہ زندگی ص۱۸۱ ص۱۹۱)

اپنی مقررہ ڈیوٹی اور خدمت میں کوتاہی کرنا بھی ناپ تول میں کمی کرنے کے حکم میں ہے

یاد رہے کہ ناپ تول کی کمی جس کو قرآن میں تطفیف کہا گیا ہے صرف ڈنڈی مارنے اور کم ناپنے کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ کسی کے ذمہ دوسرے کا جو حق ہے اس میں کمی کرنا بھی تطفیف میں داخل ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو ملازم اپنی ڈیوٹی پوری نہیں کرتا وقت چراتا ہے یا کام میں کوتاہی کرتا ہے وہ کوئی وزیر ہو یا امیر ہو یا معمولی ملازم اور وہ کوئی دفتری کام کرنے والا ہو یا علمی اور دینی خدمت جو حق اس کے ذمہ ہے اس میں کوتاہی کرنا وہ بھی اس میں داخل ہے۔

(البلاغ مفتی اعظم نمبر ص۶۶۲)

اس میں عام لوگوں میں یہاں تک کہ اہل علم میں بھی غفلت پائی جاتی ہے اپنی ملازمت میں کمی کرنے کو کوئی گناہ نہیں سمجھتا۔ (معارف القرآن ج ۸ ص۶۹۴)

مریض کو خون[1] دینے کے احکام و مسائل

مسئلہ کسی مریض کی ہلاکت کا خطرہ ہو اور ماہر ڈاکٹر کی نظر میں اس کی جان بچانے کا اس کے سوا[2] کوئی اور راستہ نہ ہو تو خون دینا جائز ہے۔

مسئلہ جب ماہر ڈاکٹر کی نظر میں خون دینے کی حاجت ہو یعنی مریض کی

---

[1] ماخوذ انسانی اعضا کی پیوندکاری ملخصاً ص۲۴ یا ص۳۸۔ [2] خون دینے کے بغیر۔ اصغر قریشی

ہلاکت کا خطرہ تو نہ ہو لیکن ماہر ڈاکٹر کی نظر میں خون دیئے بغیر صحت کا امکان نہ ہو اس وقت بھی خون دینا جائز ہے۔

مسئلہ جب خون نہ دینے کی گنجائش ہو تو اس سے اجتناب بہتر ہے۔

مسئلہ جب خون دینے سے محض منفعت یا زینت مقصود ہو یعنی جب ہلاکت یا مرض کی طوالت کا اندیشہ نہ ہو تو ایسی صورت میں خون دینا ہرگز جائز نہیں۔

مسئلہ خون کی بیع تو جائز نہیں لیکن جن حالات میں جن شرائط کے ساتھ (مسئلہ ۱ میں) مریض کو خون دینا جائز قرار دیا ہے ان حالات میں اگر کسی کو خون بلا قیمت نہ ملے تو اس کے لیے قیمت دے کر خون حاصل کرنا بھی جائز ہے مگر خون دینے والے کے لیے اس کی قیمت لینا درست نہیں۔

مسئلہ کسی غیر مسلم کا خون مسلمان کے بدن میں داخل کرنے کے نفس جواز میں تو کوئی فرق نہیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ کافر یا فاسق یا فاجر انسان کے خون سے جو اثرات منتقل ہوتے ہیں اور اخلاق پر اثر انداز ہونے کا خطرہ قوی ہے اس لیے صلحاء امت نے بچے کو فاسق فاجرہ عورت کا دودھ پلوانا بھی پسند نہیں کیا بناءً علیہ کافر اور فاجر فاسق انسان کے خون سے تا بمقدور اجتناب بہتر ہے۔

مسئلہ شوہر کا خون بیوی کے بدن میں یا بیوی کا خون شوہر کے بدن میں داخل کرنے سے نکاح پر شرعاً کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ شریعت اسلام نے محرمیت کو نسب مصاہرت، رضاعت کے ساتھ مخصوص کیا ہے ان سے تجاوز کرنا درست نہیں اور رضاعت سے ثبوت محرمیت، بھی مدت رضاعت کے ساتھ خاص ہے مدت رضاعت بھی اڑھائی سال کے بعد دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ (واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم)

اعضاء انسانی کی پیوندکاری کی تین صورتیں

ایک صورت جو زمانہ قدیم سے جاری ہے وہ تو یہ ہے کہ انسان کے عضو کا بدل جمادات یا نباتات وغیرہ سے تلاش کیا جاتے اور فنی مہارت کے ذریعہ اس کو کارآمد و مفید بنایا جاتے جیسے مصنوعی دانت، مصنوعی آلہ سماعت وغیرہ کہ زمانہ قدیم سے اس کا رواج ہے اور حال میں سائنسی ترقیات نے اس فن کو بہت سا آگے بڑھا لیا ہے۔۔

اور ابھی اس میں ترقی کا بہت بڑا میدان ہے اس طرح کے مصنوعی اعضاء کا استعمال بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے کیا بھی ہے حضرت عرفجہ صحابی رضؓ کی ناک جاہلیت کی ایک جنگ کلاب میں کٹ گئی تھی انہوں نے چاندی کی ناک بنوا کر لگائی اس میں بدبو پیدا ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سونے کی ناک لگوانے کا حکم دیا۔ (ابوداؤد ترمذی)

دوسری صورت یہ ہے کہ حیوانات کے اعضاء سے یہ کام لیا جاتے یہ بھی قدیم زمانہ سے جاری تھا اور حال کی طبی تحقیقات اور سرجری ترقیات نے اس میں نئے نئے انکشافات کیتے ہیں اور اگر ماہرین فن حضرات اس طرف پوری توجہ دیں تو اس معاملہ میں بہت سے نئے انکشافات اور زیادہ سے زیادہ مفید اور کامیاب معالجات کی بڑی امید کی جا سکتی ہے۔

تیسری صورت انسانی اعضاء سے دوسرے انسان کے علاج کی ہے مثلاً ایک نابینا انسان کو دوسرے مردہ انسان آنکھیں لگا کر نابینا کر دکھایا یا ایک انسان کا گردہ، پتہ، پھیپھڑا دوسرے مریض انسان کے جسم میں لگا کر اس کو تندرست کر دینے کا کرشمہ دکھایا گیا بلاشبہ آج کل ڈاکٹری اور سرجری کی نئی ترقیات نے اس طرح

فنی طور پر اپنے کمال کا مظاہرہ کیا ہے مگر اس کے ساتھ اس کے بہت سے مضر پہلو ہیں جو پوری انسانیت کے لیے تباہی کا راستہ بن سکتے ہیں کہ غریب انسان کی آنکھیں اور گردے اور دوسرے اعضاء ایک بکاؤ مال کی طرح بازار میں بکا کریں گے جو انسانی شرافت و تکریم اور منشاء تخلیق کائنات کے بالکل منافی ہے اسی لیے انسانی اعضاء کی خرید و فروخت، کاٹ تراش کر استعمال کرنا سنگین جرم اور سخت حرام قرار دیا ہے اور دنیا کے ہر دور میں عقلاء اور حکماء نے اس فیصلہ کو تسلیم کیا ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کی مختلف شریعتوں کا بھی اس پر اتفاق رہا ہے مسیحی دنیا جو آج کل ان چیزوں میں پیش پیش نظر آتی ہے اس کا بھی اصل مذہب یہی ہے۔

اسلام نے ایک انسان کے اعضاء کو دوسرے انسان کے لیے استعمال کرنا اس کی رضامندی اور اجازت کے ساتھ بھی جائز نہیں رکھا کیونکہ انسان کے اعضاء و اجزا انسان کی اپنی ملکیت نہیں ہیں جن میں وہ مالکانہ تصرفات کر سکے شریعت اسلامیہ کے اصول میں تو خودکشی کرنا یا اپنی جان یا اعضاء رضاکارانہ طور پر یا بقیمت کسی کو دینا قطعی طور پر حرام ہی ہے جس پر قرآن و سنت کی نصوص صریحہ موجود ہیں۔

(انسانی اعضاء کی پیوندکاری ص۲۹ تا ص۳۷ ملخصاً)

آلہ مکبر الصوت کے شرعی احکام

مسئلہ نماز میں آلہ مکبر الصوت لاؤڈ اسپیکر کے استعمال میں بہت سے مفاسد ہیں اس لیے اس سے اجتناب کیا جائے اور سنت کے سیدھے سادھے طریقے پر آواز کو دور تک پہنچانے کے لیے مکبرین کا انتظام کیا جائے۔ لیکن اگر کسی جگہ آلہ مکبر الصوت پر نماز ادا کر لی گئی تو نماز فاسد واجب الاعادہ نہیں ہے اور استعمال کرنے والوں کو کم از کم یہ لازم ہے کہ مکبرین کا پورا انتظام رکھیں۔

کیونکہ علماء کی ایک جماعت اس کو مفسد نماز قرار دیتی ہے اس کے خلاف سے خروج کی فکر کرنا چاہیے ۔ (آلات جدیدہ صہ)

گراموفون کے احکام

مسئلہ اگرچہ گراموفون مزامیر اور ملاحی محرمہ میں داخل نہیں مگر چونکہ آج کل اس آلہ کا استعمال ناجائز اور حرام لہو و لعب اور گانے بجانے میں ہونے لگا ہے اس سے اگرچہ جائز کلام کا اس آلہ میں سننا سنانا (خارجی مرض سے قطع نظر کرتے ہوئے) جائز ہے مگر خلاف اولی ہے اس لیے سد ذرائع کے طور پر یہ صورت بھی ناجائز قرار دی جائے گی ۔

مسئلہ اس میں شبہ نہیں کہ بے ضرورت اس میں کوئی کلام بھرنا اور سننا ایک قسم کا لہو ولعب ہے اور اگر لہو ولعب مقصود نہ ہو تب بھی لہو ولعب کے ساتھ تشبیہ ہے اس لیے قرآن مجید کی اس میں تلاوت بھرنا یا سننا کسی وقت اور کسی حال میں جائز نہیں ہو سکتا کیونکہ قرآن مجید کی تلاوت عبادت ہے اور عبادت کو ذریعہ لہو ولعب بنانا سخت حرام ہے ۔

نیز یہ ایک قسم کی توہین ہے کلام الہی کی کہ لہو ولعب کے موقع پر لہو ولعب کی صورت سے اس کی تلاوت کی جاتی ہے ۔ (آلات جدیدہ صہ ۸۴)

ریڈیو پر تلاوت قرآن سے متعلق احکام شرعیہ

مسئلہ ریڈیو کی جس مجلس میں تلاوت ہوتی ہے وہ مجلس بھی لہو ولعب اور لغو چیزوں سے الگ ہوتی ہے اس لیے اس پر تلاوت قرآن مجید فی نفسہ جائز ہے ۔ ہاں تلاوت قرآن ریڈیو پر ہو یا اس سے علیحدہ کسی صورت میں بہرحال محض تلاوت پر معاوضہ لینا حرام ہے اور معاوضہ لے کر پڑھنا بھی ناجائز اور اس کا سننا بھی درست

نہیں ۔ علامہ ابن عابدین شامی نے اس مسئلہ کو اپنے رسالہ شفاء العلیل میں پوری تفصیل کے ساتھ مع دلائل لکھ دیا ہے ۔

یہاں معاوضہ کے جواز کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ۔

۱. اوّل یہ کہ تلاوت کے ساتھ اس کا ترجمہ اور تفسیر بھی ہو تو پھر وہ تلاوت مجردہ نہ رہے گی تعلیم کی حیثیت اختیار کرے گی اس کا معاوضہ لینا جائز ہوگا ۔

۲. دوسرے یہ کہ ریڈیو کی ملازمت اختیار کرے وہاں جانے آنے اور وقت کی پابندی وغیرہ کی تنخواہ لے اور تلاوت کو ثواب سمجھ کر کیا کرے ۔

مسئلہ ریڈیو پر تلاوت قرآن مجید سننا جائز ہے مگر سننے والوں پر لازم ہے کہ ایسی مجلس میں ریڈیو نہ کھولیں جس میں عام لوگ لہو و لعب، یا شور و شغب یا اپنے کاروبار میں مشغول ہوں اور قرآن سننے کی طرف متوجہ نہ ہوں ورنہ گناہگار ہوں گے ۔ جب ریڈیو سے قرآن سننا ہی مقصود ہو تو ادب کے ساتھ بیٹھ کر سنیں اور ان تمام آداب کی رعایت کریں جو تلاوت قرآن کی مجلس کے لیے لازم ہے ایسا نہ کریں کہ ریڈیو کھول کر اپنے کاروبار میں لگ جائیں اور چلتے پھرتے اس کی آواز کان میں پڑتی رہے یہ آداب کے خلاف ہے ۔

مسئلہ ریڈیو یا آلہ مکبر الصوت کی آواز کو بھی اگر مصنوعی آواز مثل صوت صدی کے قرار دیا جائے تو اس کے ذریعہ آیت سجدہ سننے والوں پر سجدہ تلاوت واجب نہ ہوگا اور اگر اس کو متکلم کی اصلی آواز قرار دیا جائے تو سجدہ تلاوت واجب ہوگا اب یہ بات کہ یہ آواز اصلی ہے یا مصنوعی اس معاملہ میں سائنس جدیدہ کے ماہرین کے اقوال خود مختلف ہیں جس کی تفصیل رسالہ مکبر الصوت میں ہے اس سے سجدہ تلاوت کے باب میں احتیاط اسی میں ہے کہ سجدہ تلاوت کو واجب قرار دیا جائے ۔

مسئلہ ریڈیو پر درس قرآن یا کوئی وعظ و تقریر کرنے سے پہلے سلام کرنا سنت سلف کے خلاف ہے اور خصوصاً اس وجہ سے اور بھی زیادہ قابل ترک ہے کہ حکم شرعی کے مطابق سلام سننے والوں پر اس کا جواب دینا واجب ہو جاتا ہے اور یہ واجب ادا جب ہو سکتا ہے جب جواب دینے والوں کا جواب سلام کرنے والا سنے یہاں اس کا امکان نہیں اس لیے ایسے موقع پر سلام کرنا ہی عبث ہے۔
رہا یہ مسئلہ کہ کسی نے السلام علیکم ریڈیو پر کہہ دیا تو سننے والوں پر اس کا جواب دینا واجب ہے یا نہیں ؟ تو مقتضیٰ قواعد کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس واجب کی ادائیگی اس طرح ہے کہ سلام کرنے والے کو اس کا جواب معلوم ہو جائے۔ سننے والوں کی قدرت میں نہیں اس لیے وجوب جواب ساقط ہو جانا چاہیئے۔
البتہ احتیاطاً جواب سلام دے دیں تو بہتر ہے کیونکہ یہ ایک کلمہ دعا کا ہے اور دعا غائبانہ بھی ہو سکتی ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالےٰ اعلم)
(مسائل ماخوذ آلاتِ جدیدہ صـ۱۰۵ تا صـ۱۱۲ ملخصاً)

مصنوعی آنکھ لگوانا

مسئلہ مصنوعی آنکھ لگوانا جائز ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھو۔ (آلاتِ جدیدہ صـ۱۳۵، صـ۱۳۶)

سینما دیکھنا جائز نہیں

مسئلہ سینما میں جب کہ تصاویر محرّمہ موجود ہیں اور شئی محرم سے انتفاع و خط کا ناجائز ہونا معلوم ہے اور باجہ کا منضم ہونا اور بھی قبح کو بڑھا دیتا ہے اس لیے سینما دیکھنا ناجائز ہے۔ (آلاتِ جدیدہ صـ۱۴۰)

ٹیپ ریکارڈر مشین پر تلاوتِ قرآن کے احکام

مسئلہ یہ مشین اپنی وضع اور عام استعمال میں کچھ گراموفون سے مختلف

ہے کہ گراموفون کا استعمال عام طور پر لہو و لعب اور طرب کی مجلسوں میں تفریح طبع کے لیے ہوتا ہے اس کی مشین کا یہ حال نہیں بلکہ عموماً اس کو مفید کاموں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ کوئی شخص اپنی بدمزاتی سے گانے بجانے میں بھی استعمال کر لیتا ہو تو اس کی وجہ سے اس مشین کو آلہ لہو و لعب میں رکھا نہیں جا سکتا اس لیے اس مشین پر تلاوت قرآن اور دوسرے مفید مضامین کا پڑھنا اور اس میں محفوظ کرانا جائز ہے۔

مسئلہ جب اس میں پڑھنا جائز ہے تو سننا بھی جائز ہے شرط یہ ہے کہ ایسی مجلسوں میں نہ سنا جائے جہاں لوگ اپنے کاروبار یا دوسرے مشاغل میں لگے ہوں سننے کی طرف متوجہ نہ ہوں ورنہ بجائے ثواب کے گناہ ہوگا۔

مسئلہ ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ جو آیت سنی جائے تو اس کے سننے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا کیونکہ سجدۂ تلاوت کے وجوب کے لیے تلاوت صحیحہ شرط ہے اور آلہ بے جان و بے شعور سے تلاوت متصور نہیں۔

مسئلہ ظاہر ہے کہ اس کے ریکارڈ میں بھی حروف قرآنی ایسی صورت سے نہیں لکھے جاتے جس کو پڑھا جا سکے اس کے نقوش کو قرآن نہیں کہا جا سکتا اور اسی بنا پر اس کا بلا وضو چھونا جائز ہے۔ (آلات جدیدہ ص۱۴۳، ص۱۴۴)

پائپ سسٹم کی ٹنکیوں کے پاک و ناپاک ہونے کے احکام

مسئلہ اگر نیچے کی حوض یا اوپر کی ٹنکی میں نجاست ایسی حالت میں گری ہے کہ اس کا پانی دونوں طرف سے جاری ہے مثلاً سرکاری پانی حوض میں آرہا ہے اور حوض کا پانی بذریعہ پائپ اوپر چڑھایا جا رہا ہے۔ اور دوسری طرف پائپ کے ذریعہ غسل خانہ

وغیرہ میں پانی نکالا جارہا ہے تو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک یہ حوض یا ٹنکی اس وقت بحکم آب جاری، جاری ہو جانے کی وجہ سے ناپاک ہی نہ ہوگی۔

مسئلہ اور اگر حوض یا ٹنکی کا پانی دونوں طرف سے جاری نہ ہو، دونوں طرف یا کسی ایک طرف سے بند ہو تو اکثر فقہاء کے نزدیک یہ حوض اور ٹنکی ناپاک ہو جائے گی، پھر ناپاک ہونے کے بعد اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر وہ کوئی ذی جرم ہے یعنی محسوس جسامت رکھتی ہے تو پہلے اس نجاست کو ٹنکی میں سے نکال دیا جائے پھر اس کو دونوں طرف سے جاری کر دیا جائے یعنی جس حوض یا ٹنکی میں نجاست گری ہے اس کے ایک طرف سے پانی داخل کیا جائے اور دوسری طرف سے نکالا جائے تو دوسری طرف سے پانی نکلتے ہی یہ حوض اور ٹنکی اور ان کے پائپ سب پاک ہو جائیں گے یہ ضروری نہیں کہ کوئی خاص مقدار پانی کی نکل جانے کے بعد پاک قرار دیا جائے البتہ بعض فقہا کے نزدیک تین مرتبہ اور بعض کے ہاں ایک مرتبہ حوض یا ٹنکی کا پانی بھر کر نکال دینا ضروری ہے اس لیے احتیاط اس میں ہے کہ ایک طرف سے پاک پانی داخل کر کے دوسری طرف سے اتنا پانی نکال دیا جائے جتنا کہ وقوع نجاست کے وقت اس حوض یا ٹنکی میں موجود ہو، اس کے بعد حوض، ٹنکی اور اس کے پائپ کو پاک سمجھا جائے اور اگر تھوڑا سا پانی نکل جانے کے بعد بھی استعمال کر لیا جائے تو قول در مختار کے موافق گنجائش ہے۔ (آلات جدیدہ ص۱۲۵، ص۱۲۶)

زمین سے پانی دینے والے (ٹیوب ول) کے احکام

مسئلہ وقوع نجاست کے وقت جس قدر پانی (نلکہ میں) ہو، اس قدر نکال دینے سے وہ پاک ہو جاتا ہے اور یہ شبہ نہ کیا جائے کہ نل کے نیچے زمین میں سے پانی کی آمد ہوتی ہے تو کیا وہ ناپاک نہ ہوگا۔ بات یہ ہے کہ وہ پانی ایسا ہے کہ وہ

جیسا متعارف کنوؤں میں بھی علاوہ بھرے ہوئے پانی کے ابلنے والا پانی ہوتا ہے مگر چونکہ وہ فی البرّ (کنویں میں) نہیں ہے اس کا اعتبار نہیں ہے اسی طرح جو پانی بالفعل اس آہنی کنویں کے اندر نہ ہوگا مگر بطور آمد کے نیچے سے بذریعہ مسامات ارض کے اس کے اندر آجاتا ہے وہ معتبر نہیں۔

البتہ اگر تجربہ سے ثابت ہوجائے کہ اس نل کی جڑمیں پانی مجتمع رہتا ہے تو اس کو نجس کہیں گے اور تخمینہ سے جب اس قدر نکل جائے پاک ہوجائے گا۔

مسئلہ اگر اس آہنی کنویں میں ایسی نجس چیز گرجائے جو نکل نہ سکے تو اس کا نکالنا معاف ہے پھر اس میں دو صورتیں ہیں یا تو وہ چیز ذی نجاست ہے جیسے ناپاک لکڑی یا ناپاک کپڑا یا عین نجاست ہے جیسے مردار کی بوٹی صورت اولیٰ میں بلا انتظار معاف ہے صرف پانی نکالنے سے پاک ہوجائے گا اور صورت ثانیہ میں اتنی مدت تک انتظار کریں گے کہ گمان غالب ہو کہ وہ مٹی ہوگیا اور پھر پانی نکال دیں (آلات جدیدہ صفحہ ۱۲۹)

کھیلوں کے سامان کی خرید و فروخت

مسئلہ جو سامان کفر و ضلال یا حرام و معصیت ہی کے کھیلوں میں استعمال ہوتا ہے اس کی تجارت اور خرید و فروخت بھی حرام ہے اور جو لہو و مکروہ میں استعمال ہوتا ہے اس کی تجارت بھی مکروہ ہے اور جو سامان جائز اور مستثنیٰ کھیلوں میں استعمال ہوتا ہے اس کی تجارت بھی جائز ہے اور جس سامان کو جائز اور ناجائز دونوں طرح کے کاموں میں استعمال کیا جاتا ہے اس کی تجارت جائز ہے (معارف القرآن ج ۷، صفحہ ۲۳)

آلات غنا و مزامیر اور اس کے احکام

مسئلہ جو آلات ناجائز اور غیر مشروع کاموں ہی کے لیے وضع کیے جائیں (بنائے جائیں) جیسے آلات قدیمہ میں ستار ڈھولکی وغیرہ اور آلات جدیدہ میں

اسی قسم کے آلات لہو ولعب ان کی ایجاد بھی ناجائز ہے صنعت و حرفت بھی خرید و فروخت بھی اور استعمال بھی۔ (آلات جدیدہ ص۱۱۵)

مسئلہ جو گانا اجنبی عورت کا ہو اس کے ساتھ طبلہ و سارنگی وغیرہ مزامیر ہوں وہ حرام ہے اور اگر محض خوش آوازی کے ساتھ کچھ اشعار پڑھے جائیں اور پڑھنے والی عورت یا امرد نہ ہو اور اشعار کے مضامین بھی فحش یا کسی دوسرے گناہ پر مشتمل نہ ہوں تو جائز ہے بعض صوفیائے کرام سے جو سماع غنا منقول ہے وہ اسی قسم کے جائز غنا پر محمول ہے۔ (معارف القرآن ج ، ص۲۷)

چند ایجادات جدیدہ کے احکام

مسئلہ جو آلات جائز کاموں میں بھی استعمال ہوتے ہیں ناجائز میں بھی جیسے جنگی اسلحہ کہ اسلام کی تائید و حمایت میں بھی استعمال ہو سکتے ہیں مخالف میں بھی مثلاً ٹیلیفون، تار، موٹر، ہوائی جہاز، ان کی ایجاد و صنعت اور تجارت جائز کاموں کی نیت سے جائز ہے اور جائز کاموں میں ان کا استعمال بھی جائز ہے حرام و معصیت کی نیت سے بنایا جائے یا اس میں استعمال کیا جائے تو حرام ہے (آلات جدیدہ ص۱۶)

مسئلہ دوسری قوموں کی بنائی ہوئی عام ضرورت کی چیزیں جیسے دیا سلائی یا گھڑی یا کوئی حلال دوا یا مختلف سواریاں (سکوٹر، ویگن، ٹرین، وغیرہ) جن کا بدل ہماری قوم میں نہ ہو ان کا استعمال جائز ہے البتہ ایسی چیزیں جو دوسری قوموں کی محض قومی وضع ہیں جیسے کوٹ، پتلون وغیرہ یا قومی وضع کی طرح کانٹے سے کھانا اس کے اختیار کرنے سے گناہ ہوگا کہیں کم کہیں زیادہ، البتہ جو چیزیں دوسری قوموں کی مذہبی وضع ہوں ان کا اختیار کرنا کفر ہوگا مثلاً صلیب لٹکا لینا ٹائی باندھنا یا سر پر چوٹی رکھ لینا وغیرہ۔ (حیوٰۃ المسلمین ص۱۹۵)

تصاویر کے شرعی احکام

مسئلہ جیسے قلم سے تصویر کھینچنا ناجائز ہے ایسے ہی فوٹو سے تصویر بنانا یا پریس پر چھاپنا یا سانچہ اور مشین وغیرہ میں ڈھالنا بھی ناجائز ہے۔

مسئلہ بعض ممالک بعیدہ کے سفر کے لیے عام حکومتوں کی طرف سے مسافر کو مجبور کیا جاتا ہے کہ پاسپورٹ حاصل کرے اور اپنا فوٹو کھنچوالے۔ اگر یہ سفر کسی شرعی ضرورت کے لیے یا معاش کی شدید ضرورت کے لیے ہو تو بوجہ اضطرار کے فوٹو کھنچوانا جائز ہے۔ (التصویر لاحکام التصویر صث)

مسئلہ جو تصویریں اس قدر چھوٹی ہوں کہ اگر وہ زمین پر رکھی ہوں اور کوئی متوسط بینائی والا آدمی کھڑا ہو کر دیکھے تو تصویر کے اعضاء کی تفصیل دکھائی نہ دے ایسی تصویر کا گھر میں رکھنا اور استعمال کرنا جائز ہے اگرچہ بنانا اس کا بھی ناجائز ہے۔ (التصویر لاحکام التصویر صا۴)

جو تصاویر کسی ایسی جگہ میں بنی ہوتی ہوں کہ وہ عادۃً پامال اور ذلیل و حقیر سمجھی جاتی ہیں مثلاً پامال فرش یا بستر میں یا بیٹھنے کے گدے تکیے وکرسی وغیرہ میں یا جوتہ کے تلے میں یا برتنوں کے نیچے تلی میں ہو تو ان کا گھر میں رکھنا اور استعمال کرنا جائز ہے اگرچہ بنانا اس کا بھی ناجائز ہے۔ (رسالہ مذکور صتا)

مسئلہ لیکن جو فرش محلِ اہانت میں نہ ہو مثلاً مصلّٰی وغیرہ تو اس میں تصویر رکھنا جائز نہیں۔ (رسالہ مذکور صتا)

مسئلہ اسی طرح اگر مصور تکیے بڑے بڑے ہوں جن پر بنی ہوئی تصویر کھڑی نظر آتے ان کا استعمال بھی ناجائز ہے۔ (رسالہ مذکور صتا)

مسئلہ برتنوں میں جو تصویریں تلے کے سوا کسی جگہ ہوں وہ پامال و ممتہن

کے حکم میں نہیں اس لیے اگر وہ بڑی تصویریں ہوں تو ان برتنوں کا استعمال بھی جائز نہیں۔ (رسالہ مذکور ص۲۳)

مسئلہ بچوں کی گڑیاں اور چھوٹے کھلونے اگر مصور ہوں تو ان کی خرید و فروخت اور بچوں کا کھیلنا ان سے جائز ہے۔ (ایضاً ص۲۳)

مسئلہ مٹی کی تصویریں یا ایسی مورتیں جو باقی رہنے والی نہیں اسی طرح مٹھائی یا دوسری کھانے کی چیزیں اگر بشکل تصویر بنائی گئی ہوں تو ان کا استعمال اور خرید و فروخت ناجائز ہے۔ ص۲۳)

مسئلہ اور عرو محمدیہ میں ہے کہ بچوں کو اس کی اجازت نہ دینی چاہیئے کہ وہ کھانے کی چیزیں بشکل تصویر بنائیں یا مختلف رنگ کے مصور نقشے خریدیں بلکہ حق تعالیٰ جس کو وسعت عطا فرمائیں اس کے لیے مناسب ہے کہ مٹھائی وغیرہ کے جو کھلونے بازاروں میں فروخت ہوتے ہیں ان کو خرید کر توڑ دے اور لوگوں کو کھلا دے۔ (بلوغ القصد والمرام ص۲۲)

مسئلہ تصویر اگر کسی غلاف یا تھیلی وغیرہ میں پوشیدہ ہوں یا کسی ڈبہ وغیرہ میں بند ہوں تو اس تھیلی یا ڈبہ وغیرہ کا گھر میں رکھنا جائز ہے اور ملائکہ رحمت کے دخول سے مانع نہیں اگرچہ بنانا اور خریدنا ان کا بھی ناجائز ہے (حوالہ مذکورہ ص۲۵)

مسئلہ جس شخص کے بدن پر کوئی تصویر گدی ہو مگر کپڑوں میں مستور ہو اس کی امامت جائز ہے (شامی) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر تصویریں کسی کتاب یا رسالہ یا اخبار کے اوراق میں مستور ہوں تو ان کا گھر میں رکھنا بھی جائز ہے۔ کیونکہ پوشیدہ تصاویر بھی چھوٹی تصاویر کے حکم میں ہے۔ (حوالہ مذکور ص۲۵)

مسئلہ جاندار کی تصویر بنانے اور فوٹو لینے کی اجرت لینا اور دینا دونوں ناجائز ہیں ص۲۵)۔

مسئلہ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس پریس میں جاندار چیزوں کی تصاویر چھپتی ہوں اس کی ملازمت بھی طباعت کے کام میں جائز نہیں البتہ صاحب عیال اور حاجت مند آدمی کے لیے مناسب یہ ہے کہ پہلے جائز ملازمت کی تلاش کرے جب مل جائے اس وقت اس ملازمت کو ترک کرے۔ ص۶۰

مسئلہ اگر کسی نے تصویر بنالی تو شرعاً اس کی اجرت دینا اس کے ذمہ واجب نہیں ہاں رنگ وغیرہ جو مصور نے خرچ کیا اس کی قیمت دی جائے گی۔

مسئلہ سرکٹی ہوئی ناقص تصویریں یا ناقص گڑیاں بنانے کی اجرت لینا اور دینا دونوں جائز ہیں۔ (ایضاً ص۶۰)

مسئلہ بیع وشراء میں اگر تصاویر خود مقصود نہ ہوں بلکہ دوسری چیزوں کے تابع ہوکر آجائیں جیسے اگر کپڑوں میں مورتیں لگی ہوتی ہیں یا برتنوں اور دوسری مصنوعات[1] جدیدہ میں اس کا رواج عام ہے تو اس کی خرید وفروخت تبعاً جائز ہے۔ (حوالہ مذکور ص۶۰)

مسئلہ لیکن جب کہ خود تصاویر ہی کی بیع وشراء مقصود ہو تو خریدنا اور فروخت کرنا دونوں ناجائز ہیں۔

مسئلہ جن تصاویر کا بنانا اور گھر میں رکھنا ناجائز ہے ان کا ارادہ اور قصد کے ساتھ دیکھنا بھی ناجائز ہے البتہ تبعاً بلا قصد نظر پڑ جاتے تو مضائقہ نہیں جیسے کوئی اخبار یا کتاب مصور ہے مقصود اس کا مضمون دیکھنا ہے بلا ارادہ تصویر بھی سامنے آجاتی ہے اس کا مضائقہ نہیں۔ (حوالہ مذکور ص۶۱)

مسئلہ عام طور پر حضرات صحابہ سے منقول ہے کہ جب وہ کسی ایسے گھر

---

[1] مثلاً چھری، دیا سلائی، دواؤں کے ڈبے اور بوتلیں وغیرہ، گناہ بے لذت ص۵۰

میں پہنچے جس میں تصاویر ہوں تو جس میں تصاویر ہوں تو اندر داخل نہیں ہوئے بلکہ واپس چلے آئے اس لیے مذہب جمہور فقہاء و مجتہدین کا اس بارے میں یہ ہے کہ ایسے مکان اور خیمہ وغیرہ میں داخل ہونا جائز نہیں جس میں تصویر ممنوعہ موجود ہوں (ایضاً ص۹)

مسئلہ تصویر والے مکان میں اگر کوئی مریض ہو اس کی عیادت کرنے کے لیے بھی بغیر ضرورت کے وہاں جانا جائز نہیں لیکن ضرورت شدیدہ بہر حال مستثنیٰ ہے مثلاً کسی تصویر والے مکان میں جانا کسی معاش یا معاد کی ضرورت کے لیے ضروری ہے اور اس پر قدرت نہیں کہ وہاں سے تصویر ہٹا دے تو ایسے وقت مصور مکان میں داخل ہونا جائز ہے۔ اور بقدر ضرورت بیٹھنا جائز ہے۔ حوالہ مذکور ص۹)

مسئلہ جس مکان میں ممنوعہ تصویریں لگی ہوئی ہوں یا معلق ہوں اس میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (حوالہ مذکور ص۸)

مسئلہ اگر کسی شخص کے مکان میں تصاویر ممنوعہ موجود ہوں تو ہر مسلمان کو اجازت ہے کہ وہ ان تصاویر کو ہٹا دے یا خراب کر دے بلکہ اگر قدرت یعنی کسی جھگڑے کا اندیشہ نہ ہو تو ایسا کرنا واجب ہے۔ (حوالہ مذکور ص۸)

مسئلہ روپیہ پیسہ اور ٹکٹوں پر جو تصویر بنی ہوئی رائج ہے اول تو ان میں مجبوری ثانیاً وہ بہت چھوٹی ہیں اس لیے ان کے استعمال کا مضائقہ نہیں (گناہ بے لذت ص۸)

دورِ حاضر کے جدید لباس کے احکام

حدیث میں ہے کہ ناف سے گھٹنوں تک مردوں کا ستر ہے۔ (حاکم)

آج کل نئے فیشنوں نے نہ صرف مردوں کو بلکہ عورتوں کو بھی نیم برہنہ کر دیا ہے مردوں نے انگریزی لنگوٹہ کا نام رکھ کر پہننا شروع کر دیا آدھی رانوں تک کھلے ہوئے ماں بیٹیوں کے سامنے پھرنے میں کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ اس میں ہمارے

مالک کی ناراضی اور گناہ کبیرہ ہے عورتوں کے لیے لباس اختیار کر لیے کہ اول تو ان میں بہت سے اعضاء، سر، گردن، بازو، سینہ تک کھلا ہی رہتا ہے اور جو اعضاء ڈھکے ہوئے بھی ہیں ان پر لباس ایسا چست پہنا جاتا ہے کہ بدن کی ہیئت نظر آتی ہے وہ بھی کھولنے کے حکم میں ہے علماء نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلا فرض جو مسلمان پر عاید ہوتا ہے وہ ستر چھپانا ہے جو صرف نماز میں نہیں بلکہ عام حالات میں یہاں تک کہ تنہائی و خلوت میں باستثناء مواضع ضرورت ضروری ہے مگر کچھ لوگوں نے مغربی فیشن کی زد میں بہ کر اس فرض کو نظر انداز کر دیا اور کچھ لوگ جو مزدور پیشہ یا زراعت پیشہ ہیں انہوں نے دھوتی وغیرہ کی رسم اختیار کر لی جس میں ستر کھل جاتا ہے اور یہ سب کبیرہ گناہوں کا ذخیرہ محض بے فائدہ ہے کہ دنیا کی کو حاجت اور ضرورت اور لذت اس پر موقوف نہیں۔ واللہ یھدی من یشاء الی سواء السبیل گناہ بے لذت ص۱۱

جدید اسلحہ جنگ اور جہاد کے احکام

مسئلہ جہاد کے لیے اسلحہ اور خوب سامان کی تیاری فرض ہے اس لیے آج کے مسلمانوں کو بقدر استطاعت ایٹمی قوت، ٹینک، لڑاکا طیارے آب دوز کشتیاں بم اور راکٹ جمع کرنا چاہیئے اور اس کے لیے جس علم و فن کو سیکھنے کی ضرورت پڑے وہ سب اگر اس نیت سے ہو کہ اس کے ذریعہ سے اسلام اور مسلمانوں سے دفاع اور کفار کے مقابلہ کا کام لیا جائے گا تو وہ بھی جہاد کے حکم میں ہے۔

(تفسیر معارف القرآن ج ۴ ص۲۷۰)

رینجر پولیس کو بشارت

مسئلہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دن کا رباطہ یعنی اسلامی سرحدوں کی حفاظت کا کام ساری دنیا اور

جو کچھ اس میں ہے ان سب سے بہتر ہے (بخاری و مسلم) اس میں رینجر پولیس کے لیے کتنی عظیم بشارت ہے جبکہ ان کی نیت رباط یعنی اسلامی سرحدوں کو دشمنان دین سے محفوظ رکھنے کی ہو اور اس نیت کے ساتھ ان کو جو تنخواہ ملتی ہے وہ بھی اس ثواب سے ان کو محروم نہ کرے گی۔ (فضائل جہاد صفحہ ۱۲۹)

بحری فوج کے لیے عظیم سعادت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایک رات سمندر کے کنارے پر پہرہ دے تو اس کا یہ عمل اپنے گھر میں ایک ہزار برس کی عبادت سے افضل ہے (فضائل جہاد) اس میں بحری فوج کے لیے کتنی عظیم سعادت ہے۔ (اصلاحی نصاب)

حکومت کے فنڈ میں چندہ دینے کی فضیلت

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی غازی کو جہاد کا سامان دیا اس نے بھی جہاد کیا اور جو شخص کسی نمازی کے گھر والوں کی خبر گیری اور نگرانی میں لگا رہا اس نے بھی جہاد کیا (بخاری و مسلم) حکومت کے دفاعی فنڈ کو صحیح مصرف میں خرچ کرنے کا اطمینان ہو تو اس میں چندہ دینا صحیح ہے اور اسی حکم میں داخل ہے (اصلاحی نصاب صفحہ ۱۰۲)

شہری دفاع کی خدمت بھی جہاد ہے

جہاد صرف محاذ جنگ پر جا کر لڑنے کا نام نہیں، جو لوگ اپنے اور دوسرے مسلمانوں کے گھروں کی حفاظت کے قصد سے شہر میں رہ جائیں وہ بھی مجاہد ہیں کیونکہ محاذ پر لڑنے والے سپاہیوں کی وہ امداد کر رہے ہیں کہ ان کے اہل و عیال اور گھر بار کی حفاظت کر کے ان کو بے فکر کر دیا۔ ہمارے ملک میں شہری دفاع کی خدمت انجام

دینے والے جو بھی خدمت انجام دیتے ہیں وہ بھی اللہ کے نزدیک مجاہدین کے حکم میں ہے۔ (فضائل جہاد ص۳۵، ص۳۶)

بینک اور سود

مسئلہ آیاتِ قرآنی میں سود و ربا کی شدید ممانعت اور اس پر سخت عذاب کی وعیدیں آئی ہیں۔ اس لیے اس سے بچنے کی فکر ہونا چاہیئے اور گناہ ہونے کا احساس باقی رہے اور کم از کم یہ صورت نہ رہے کہ اس حرام کو حلال بنا کر ایک گناہ کے دو گناہ بنا لیں اجکہ آج کل بینک کے سود کو منافع یا انٹرس کا نام دے کر حلال سمجھا جاتا ہے۔ (معارف القرآن ج ۱ صفہ ۶۸)

باقی رہا یہ سوال کہ بینک[2] بغیر سود کے چل نہیں سکتے یہ خیال قطعاً صحیح نہیں ربا و سود کے بغیر بھی بینک سسٹم اسی طرح قائم رہ سکتا ہے۔ بلکہ اس سے بہتر اور نافع و مفید صورت میں بھی آسکتا ہے سیدی حضرت مفتی اعظم قدس سرہ نے بلا سود بنکاری کے نام سے ایک جامع رسالہ تحریر فرمایا تھا جسے بنکاری کے بعض ماہرین نے بھی قابل عمل تسلیم کر لیا تھا اگر ان اصول و قواعد کی روشنی میں بینک سسٹم شرعی اصول پر آگیا تو دنیا دیکھ لے گی کہ اس میں پوری قوم وملت کی کس طرح فلاح و بہبود ہو۔ انشاء اللہ

---

[1] تفصیل کے لیے حضرت قدس سرہٗ کی کتاب مسئلہ سود میں ملاحظہ فرمائیں

[2] اس ناچیز کو بنکوں کے متعلق اسد ملتانی کا ایک قطعہ یاد آگیا جو بطور لطیفہ پیش خدمت ہے۔

سنا تھا اہل مذہب سے بنکوں کے بارے میں
نہ دینا انکو سود اچھا نہ لینا ان سے سود اچھا

مگر کل ایک مہذب کہہ رہا تھا کیف ملتان میں
ترقی صنعتوں کے بارے میں بینکوں کا وجود اچھا

بندوق کی گولی سے شکار کے مسائل

مسئلہ بندوق کی گولی سے کوئی جانور زخمی ہوکر قبل ذبح مرجائے تو وہ ایسا ہے جیسے پتھر یا لاٹھی مارنے سے مرجائے جس کو قرآن کریم میں موقوذہؐ کہا گیا ہے اور حرام قرار دیا ہے ہاں مرنے سے پہلے اس کو ذبح کر لیا جائے تو حلال ہوجائے گا۔ (تفسیر معارف القرآن ج ا صـ۲۱۷)

مسئلہ آج کل بندوق کی ایک گولی نوکدار بنائی گئی ہے اس کے متعلق بعض علماء کا خیال ہے کہ تیر کے حکم میں ہے مگر جمہور علماء کے نزدیک یہ بھی تیر کی طرح آلہ جارحہ نہیں بلکہ خارقہ ہے جس سے بارود کی طاقت کے ذریعہ گوشت پھٹ جاتا ہے ورنہ خود اس میں کوئی طاقت نہیں اس لیے ایسی گولی کا شکار بھی بغیر ذبح کئے جائز نہیں۔ (معارف القرآن ج ا

انگریزی دواؤں کا استعمال

مسئلہ بعض علماء نے فرمایا ہے دوا وعلاج کے لیے حرام چیزوں کا استعمال اس شرط سے جائز ہے کہ اس دوا کے استعمال سے شفا ہوجانا عادۃً یقینی ہو اور کوئی حلال دوا اس کا بدل نہ ہوسکے جبکہ پیاسے کے لیے شراب کا گھونٹ پینے کی اجازت دی گئی ہے (فتاوی عالمگیری) تفصیل مذکورہ سے ان تمام انگریزی دواؤں کا حکم معلوم ہوگیا جو یورپ وغیرہ سے آتی ہیں جن میں شراب وغیرہ نجس اشیاء کا ہونا معلوم یقینی ہو اور جن دواؤں میں حرام ونجس اجزاء کا وجود مشکوک ہو

ان کے استعمال میں اور زیادہ گنجائش ہے اور احتیاط بہر حال احتیاط ہے خصوصاً جبکہ کوئی شدید ضرورت بھی نہ ہو۔ واللہ سبحانہ، وتعالیٰ اعلم (معارف القرآن ج ۱ صفحہ ۴۲۷)

حقہ پینے کا حکم

یہ ایک دوا ہے جو حکم اور دواؤں کا ہے اس کا ہے یعنی جائز بلا کراہت مگر اس میں بدبو ہے سو مسجد میں جانے کے وقت منہ صاف کرلے۔ (مجالس حکیم الامت صفحہ ۲۴۲)

ضبط ولادت کی شرعی حیثیت

ضبط ولادت کا اگر کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت ہی ختم ہو جائے خواہ مرد کی طرف سے یا عورت کی طرف سے کسی دوا یا انجکشن کے ذریعہ یا اپریشن اور خارجی تدابیر سے کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں ناجائز اور حرام ہے

ہاں منع حمل کی صورتیں خواہ وہ عزل وغیرہ کی صورت میں ہوں یا کسی دوا اور انجکشن یا خارجی تدابیر کے ذریعہ شخصی حالات کو دیکھ کر خاص خاص ضرورتوں کے ماتحت وقتی طور پر بقدر ضرورت ان کا استعمال کر لینے کی گنجائش ہے اور وہ بھی اس وقت جبکہ اس کے عمل کا مقصد کوئی ناجائز نہ ہو لیکن اس کو قومی اور اجتماعی شکل دینا شریعت وسنت کا مقابلہ ہے کہ اس کو قوم وملت کے لیے نہ صرف جائز بلکہ ذریعہ فلاح وترقی قرار دینا جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم وملک کے لیے مضر یا کم از کم ناپسندیدہ بتلایا ہو، ہرگز جائز نہیں خصوصاً جبکہ اس کی بنیاد فقر وافلاس کے خوف یا اقتصادی بدحالی کے خطرہ پر رکھی جائے جس کو رب العالمین نے خالص نظام ربوبیت کے تحت اپنی ذمہ داری قرار دیا ہے۔ اور کسی کی مداخلت کو اس میں جائز نہیں رکھا عرب کے جاہل جو فقر وافلاس کے خوف سے اپنی اولاد قتل کر دیتے تھے ان کے اس خیال کی تردید کرتے ہوئے

قرآن کریم نے جو ارشاد فرمایا ہے اس کا حاصل یہی ہے کہ تمہارا یہ فعل نظام ربوبیت میں مداخلت کا مترادف ہے تمام مخلوق کے رزق کی ذمہ داری رب العلمین نے نہایت واضح الفاظ میں اپنے ذمہ لی ہے وما من دآبۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا یعلم مستقرھا ومستودعھا (پ۱۲) یعنی زمین پر چلنے والی کوئی مخلوق ایسی نہیں جس کے رزق کی ذمہ داری اللہ پر نہ ہو وہ ان سب کے ٹھکانے کو جانتا ہے اس آیت میں اللہ تعالے نے واضح فرما دیا کہ وہ جتنی جانیں اس عالم میں پیدا فرماتے ہیں ان کے رزق یعنی ضروریات زندگی کی کفالت وہ خود فرماتے ہیں اور اس شان سے فرماتے ہیں کہ مقرر کردہ راشن ڈپو پر جانے اور وہاں سے رزق حاصل کرنے کی محنت بھی ہر مخلوق کے ذمہ نہیں ڈالی بلکہ یہ بھی ان کے ذمہ نہیں کیا گیا کہ جب وہ کسی دوسری جگہ منتقل ہوں تو درخواست دیکر اپنا راشن وہاں منتقل کرائیں بلکہ فرمایا یعلم مستقرھا ومستودعھا یعنی رب العالمین ہر جاندار کی مستقل قیام گاہ اور عارضی قیام گاہ کو جانتا ہے وہیں اس کو رزق دیتا ہے (ضبط ولادت عقلی و شرعی حیثیت) مزید تفصیل کے لیے اصل رسالہ کا مطالعہ کریں۔

حکومت کا غذائی کنٹرول

جب کسی ملک میں اقتصادی حالات ایسے خراب ہو جائیں کہ اگر حکومت نظم قائم نہ کرے تو بہت سے لوگ اپنی ضروریات زندگی سے محروم رہ جائیں تو حکومت ایسی چیزوں کو اپنے نظم اور کنٹرول میں لے سکتی ہے اور غلہ کی مناسب قیمت مقرر کر سکتی ہے حضرات فقہاء امت نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

(معارف القرآن ج ۵ ص۸۶)

تمت بالخیر